خالد جمالؔ کی شاعری۔ جدیدیت کی آزاد فضا میں

جاوید انورؔ (وارانسی)

خالد جمالؔ کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہوئے وحید اختر، خلیل الرحمٰن اعظمی اور آل احمد سرور کا جدیدیت کے سلسلے میں ایک خیال جس پر کہ یہ تینوں حضرات متفق ہیں۔ ذہن میں فوراً آتا ہے:

''جدیدیت ایک ایسا مستقل عمل ہے جو ہمیشہ جاری رہتا ہے۔''

(وحید اختر)

''جدیدیت خلا میں لٹکی ہوئی نہیں ہوتی بلکہ اس کی جڑیں اپنی روایت میں ہوتی ہیں۔ جو شاعری اپنے ماضی سے بالکل کٹ کر جدید ہوگی وہ صحیح معنوں میں جدید بھی نہ ہوگی۔'' (خلیل الرحمٰن اعظمی)

''جدیدیت ایک مستقل قدر ہے، اس لیے کہ زندگی تبدیل ہوتی رہتی ہے۔''

(آل احمد سرور)

غور کیا جائے تو ان میں محض چند فارمولے بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن آزادانہ تخلیقی تقاضے تو یہ ہیں کہ جدیدیت کو ان سے بھی آزاد رکھا جائے۔ یعنی جدیدیت ایک ایسا مستقل عمل ہے جو جاری ہو بھی سکتا ہے اور بعض تخلیقات کی روشنی میں اگر یہ امکانات نہ بنتے ہوں تو بھی اسے جدید ہونے سے خارج نہ کیا جائے۔ اگر شاعری اپنے ماضی سے کٹ بھی جائے تو وہ صحیح معنوں میں جدید ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی۔ اور جدیدیت کی قدریں یا بنیادی مستقل قدر زندگی کے ساتھ جدید تخلیقی اصولوں کی روشنی میں تبدیل ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی۔ دراصل ہم جس دور میں جی رہے ہیں، سانس لے رہے ہیں، یہ صنعتی دور ہے اور جب صنعتی دور کا شاعر اپنی شاعری میں ان خیالات کا اظہار کرتا ہے:

اس دیارِ کن میں آخر کوئی ہم جیسا بھی ہو — ڈھونڈتے رہیے زمیں تا آسماں کوئی نہیں

وہ ایک عکس جو دھندلا گیا ہے آنکھوں میں — نہ جانے کس لیے حرف و نوا ہی چاہتا ہے

لہو بھی رنگ ہو اور خاک سرخرو ہو جائے — یہ معجز بھی تو مجھ سے خدا ہی چاہتا ہے

کہاں تلک میں سنبھالے رکھوں گا پلکوں پر — تو میرے خوابوں کو اب ٹوٹنے بکھرنے دے

جنوں کی راہ میں اٹھتی ہوئی یہ گردِ ملال — نہ جانے کون سی تصویر اب ابھرنے دے

تو دراصل اس خوف، تنہائی، احساسِ جرم اور انتشار کا بیان کرتا ہے جو ۱۹۶۰ء کے بعد رونما ہوئے۔ ایسا نہیں ہے کہ اس کے پہلے کے زمانوں میں خوف، تنہائی اور اس طرح کے احساسات نہیں پائے جاتے تھے۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کی نوعیت یکسر مختلف تھی۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ آج کا دور صنعتی دور ہے تو اس کا

مطلب یہ ہرگز نہیں کہ پہلے کے ادوار صنعتی نہیں تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آج کی صنعت اور اس دور کی صنعت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ پہلے جن چیزوں کا تصور بھی محال تھا، آج وہ رائج ہیں اور پہلے جن چیزوں کے وجود کا تصور بھی محال تھا آج وہ موجود ہیں۔ اس طرح آج کے دور کے نشیب و فراز کو ذہن میں رکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ خالد جمالؔ کی شاعری میں آج کے خیالات کی عکاسی دور حاضر کی شعری زبان کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی گئی ہے تو غیر مناسب نہیں ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ یہ ایک طرح کی نظریات قید بھی ہو سکتی ہے اور اس نظریے کا اطلاق خالد جمالؔ کی مکمل شاعری پر نہیں کیا جا سکتا۔

سفر تمام ہوا گردِ جستجو بھی گئی — تری تلاش میں نکلی تو آرزو بھی گئی
اک انتظار سا تھا برف کے پگھلنے کا — پھر اس کے بعد تو امید آبجو بھی گئی
نہ بادباں نہ تلاطم، نہ کچھ ہوا کی خبر — سفینے ڈوب گئے کچھ تو سازباز ہوئی
شکست و فتح کے بارے میں سوچتے ہم بھی — مگر وہ جنگ لڑی ہے جو بے جواز ہوئی
انا شعار وہ رشتے اپنا لہو ٹھہرے — کہ حرف حرف تھا اک ضربِ جاں شگاف مرا

ان اشعار میں تاریخی تسلسل کے ٹوٹنے کا کوئی رجحان نظر نہیں آتا۔ لیکن ان سے انسلاک کی کوئی واضح صورت بھی ہمیں لسانیاتی طور پر نہیں محسوس ہوتی۔ یہی جدیدیت کا آزادانہ تخلیقی رویہ ہے جس کے بارے میں باقر مہدی اس طرح رقم طراز ہیں۔

> ''نئی نسل اب ایک شاخ ہی نہیں بلکہ الگ ایک پودا ہے اور وہ پچھلی نسل سے برسرِ پیکار ہے...... جدیدیت انسان کو ایک فرد سمجھتی ہے۔ لاشعور اور شعور کی آویزش کو زندگی کی دلیل اور شخصیات کے پروان چڑھنے کا ذریعہ سمجھتی ہے، جدیدیت ایک طرف تو اقدار کے پیمانوں کو رد کرتی ہے تو دوسری طرف ذاتی تجربے اور جستجو کو لبیک کہتی ہے....وہ شہری کے رول اور شاعر کے منصب میں فرق کرتی ہے....جدیدیت تعمیر اور تخریب کی پر فریب اصطلاحوں کو رد کرتی ہے، وہ ادب کو سب سے پہلے ذات کا آئینہ قرار دیتی ہے۔ لیکن ذات کو حرف آخر نہیں سمجھتی اس لیے کہ جدیدیت حرف آخر کی سرے سے قائل ہی نہیں ہے۔''

اس نظریے کو ملحوظ رکھتے ہوئے خالد جمالؔ کے مزید اشعار کو دیکھا جائے:

تھکن کا بوجھ لے کر کوئی کتنی دور چلتا ہے — مگر جب راہ میں اک میل کا پتھر نکل آئے
یہ خوں اگلتے مرے اطاعت گزار لمحے — یہی امیں تھے بساطِ جاں پر مدافعت کے
وحشتیں کھینچ رہی تھیں دامن — آخرِ شب وہ سحر ختم ہوا
خاک نم چاہتی ہے جمالؔ — اک قدم آگہی کی طرف

خالد جمالؔ کے یہ اشعار جہاں انسانی عقل و عمل کے نئے مظاہر کی آئینہ داری اس طرح کرتے ہیں کہ پرانے مظاہر جدید کی اصطلاح میں قدیم محسوس ہوتے ہیں۔ دراصل جدید رجحانات کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ہر وہ

تجربہ اور ہر وہ مظہر جو شخصیت اور مسائل کے تعلق سے کسی نہ کسی پہلو سے نئے انسان سے کچھ بھی ربط وضبط رکھتا ہو، جدیدیت سے منسلک ہے یا ہوسکتا ہے۔ خالد جمالؔ کی شاعری کا یہ پہلو آل احمد سرور کے جدیدیت کے متعلق اس بیان کے عین مطابق ہے۔

> ''جدیدیت صرف انسان کی تنہائی، مایوسی اور اس کے اعصاب زدگی کی داستان نہیں ہے۔ اس میں انسانیت کی عظمت کے ترانے بھی ہیں، اس میں فرد اور سماج کے رشتے کو بھی خوبی سے بیان کیا گیا ہے۔ اس میں انسان دوستی کا جذبہ بھی ہے۔ مگر جدیدیت کا نمایاں روپ آج آئیڈیالاجی سے بیزاری، فرد پر توجہ، اس کی نفسیات کی تحقیق، ذات کے عرفان، اس کی تنہائی اور اس کی موت کے تصور سے خالص دلچسپی ہے۔ اس کے لیے شعروادب کی پرانی روایات کو بدلنا پڑا ہے۔ اس کے اظہار کے لیے اسے علامتوں کا سہارا لینا پڑا ہے۔''

(جدیدیت اور اردو ادب، علی گڑھ ص۱۲)

آل احمد سرور کے مندرجہ بالا بیان اور خالد جمالؔ کے اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ جدیدیت کے عناصر و عوامل جہاں فرد، اجتماعیت، قوم اور ملک کے مسائل کا احاطہ کرتے ہیں وہیں ان کا تعلق غیر قوموں اور عالم کی دیگر دنیاؤں سے بھی ہے۔ اور دور جدید میں صنعت نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ دوسرے ملکوں اور دوسری قوموں کے مسائل بھی ہمارے سامنے شفاف آئینے کی طرح عیاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کسی بھی کونے کا فرد دنیا کی کسی بھی قوم اور ملک کے مسائل سے بیگانہ اور متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح غور کیا جائے تو خالد جمالؔ کے اشعار میں مشرق و مغرب کی ہمعصر حقیقتوں کا بیان علامتی اور کہیں استعاراتی طور پر موجود ہے۔

جستجو زاد سفر ہے اب بھی
واہمہ سوئے سفر ہے اب بھی

شفق شفق شورشیں لہو کی
زبان آشفتگان چپ ہے

ہم قافلے کے رخ کا تعین نہ کر سکے
ہر نقش معتبر کو مٹاتی رہی ہوا

بہت ہے اتنی ہی اظہار ذات کی خاطر
چراغ صبح کی یک لمحہ زندگی ہے تو کیا

ایسا بھی نہیں اس کی تمنا ہی نہیں کی
یہ بات الگ ہے کہ میں اس کا بھی نہیں ہوں

خالد جمالؔ نے اپنے اشعار میں ان سماجی سطحوں کو تو بیان کیا ہی ہے جن کے پھولنے، پھلنے، سمٹنے، بکھرنے اور نت نئی شکل وصورت اختیار کرنے کا اثر تخلیق کار کی ادبی حسیت پر بھی ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انفرادی سطح پر انسان کی روحانی اور داخلی ضرورتیں اور اس کے لوازمات بھی بہت اہم ہوتے ہیں۔ اس سطح پر اشعار نظم کرتے ہوئے تخلیق کار پر مرتب ہونے والے اثرات جن کو مختلف صورتوں کے ساتھ برتا ہے، یہ شعوری اور لاشعوری عملیات جن کے ذریعہ خالد جمالؔ نے اپنے اشعار کی تشکیل کی ہے، وہ انسان اور کائنات بمعنی دنیا اور اس کے محرکات کے تعلق سے حقائق کی ضمن میں ہمارے ذہنوں کو اشاراتی طور پر منعطف تو کرتے ہیں لیکن ان میں اقوال محال (Paradoxes) کی جانب زیادہ توجہ نہیں کی گئی ہے۔ میرے خیال میں خالد جمالؔ کو شاید اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ

اقوال محال کے تعلق سے جتنے بھی عناصر سے اشعار کو پر اثر بنایا جا سکتا ہے، ان کا بیشتر کام انھوں نے حقائق کے مختلف بیانیہ عناصر سے لیا ہے۔

عجیب راز زمیں و زماں کے کھلتے ہیں — کبھی جو حلقۂ دیوار و در سے نکلو تو
آگ دل کی یوں بڑھی دست طلب تک آ ئی — دیکھیے اب کون ٹھہرے دیدہ ور کے سامنے
اے جنوں خیز ہوا تجھ سے بھی ڈھائی نہ گئی — ایک دیوار اٹھی تھی جو من و تو کی طرح
دیار نور سے ملتی ہیں راہیں — یہ کالی رات فانی ہی نہیں ہے
کشتی بھی، بادبان بھی، موجیں بھی ہیں وہی — سمتیں بدل رہی ہیں یہ کیسی ہوا چلی
دل و نظر کو اجالے بھی راس آئیں گے — یہ روشنی کا سفر ہے سنبھل سنبھل کے چلو

خالد جمالؔ نے اپنے اشعار میں موضوعات کے تعلق سے وہ واقعات جن کے اظہار کے لیے اشعار کہے گئے ہیں، ان کی فنی خصوصیات کے متعلق شعر کی زبان، لفظوں کی ترتیب اور ان کی اہمیت، موضوع کے اعتبار سے خیال اور ہیئت کے مربوط تعلق، شعر کے داخلی اور خارجی آہنگ پر خصوصی توجہ کی ہے۔ انھوں نے جہاں اپنے اشعار میں سماجی مواد (Social Content) کو جگہ دی ہے وہیں جمالیاتی معروض کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی اشعار قلم بند کیے ہیں۔ انھوں نے اپنے شعری تجربات، خیالات اور محسوسات کو جہاں پیچیدہ و تلازمات کے ساتھ علامتوں اور استعاروں کے ذریعہ پیش کیا ہے وہیں قدر آسان اشعار بھی ان کے یہاں موجود ہیں۔ ان دونوں پہلوؤں کو ذہن میں رکھتے ہوئے پیچیدہ شاعری کے تعلق سے میراجی کا یہ خیال ذہن میں آتا ہے۔

"سچی شاعری وہی ہوتی ہے جو اشاراتی (علامتی) ہو...... بات کو دھند لکے میں رکھنے سے ایک حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ علامت خیال سے بڑھ کر آپ روپی صورت ہے۔ اشاراتی شاعری اظہار کا ایک ایسا فطری طریقہ ہے جو ہماری ہستی کی گہرائیوں سے امڈ کر نمودار ہوتا ہے۔"

دوسرے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے شمس الرحمٰن فاروقی کا یہ بیان ملاحظہ ہو:

"روزمرہ زندگی میں استعمال ہونے والی زبان میں موجود سبھی خصائص، طریق کار اور سانچے شاعری میں بہ حسن موجود ہوتے ہیں اس لیے روزمرہ کی مستعمل زبان ہی شاعری کا میڈیم ہے۔"

ان دونوں نظریات کی روشنی میں خالد جمالؔ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

شاخ سے ٹوٹے ہوئے پتے بہت مایوس ہیں — ایک چنگاری سی ان کا بھی اب کوئی تو ہو
رشتوں کی بھیڑ بھاڑ سے اکتا گئے تو کیا — تنہائیوں کے شہر میں خود سے ملا کرو
سفینے کی طنابیں کھل رہی ہیں — لہو کی موج کو گرداب کردے
ساتھ اب کوئی گوارا بھی نہیں — اے ہوا تیرا سہارا بھی نہیں
وہ عکس خواب ہے، پیکر نہیں ہے — شعور ذات سے باہر نہیں ہے

جانے کیوں اب کے غبار خاک بھی کچھ یوں اڑی | موجۂ خوں رنگ پھیلی آسماں در آسماں

کوئی میرے پاس نہ آسکا میں کسی کے پاس نہ جا سکا | ہے ہر ایک شخص گھرا ہوا کہ سبھی کا اپنا حصار ہے

ظاہر ہے کہ خالد جمالؔ کے اشعار مندرجہ بالا دونوں نظریات پر پورے اترتے ہیں۔ جدیدیت کی آزادانہ تخلیقی فضا جس کا ذکر میں نے کیا ہے وہ اگر اپنی تمام تر نہیں تو بیش تر خصوصیات کے ساتھ خالد جمالؔ کی شاعری میں نظر آتی ہے یہاں موجودہ عہد کا مشاہدہ بھی ہے اور مستقبل کے ادبی تقاضے بھی۔ جن کا اظہار خالد جمالؔ نے اپنے ایک شعر میں یوں کیا ہے۔

جلا رکھے ہیں چراغ ہم نے مسافرت کے | کہ ہم مسافر نئے یگوں کے، نئی جہت کے

سال اشاعت: ۲۰۱۰ء
سلسلہ نمبر : ۸
سرنامہ خطاط : انور جمال
سرورق و کمپوزنگ: عظمیٰ اسکرین، وارانسی +91 0542 2451300 uzmascreen_vns@yahoo.com
اس شمارے کی قیمت: پچاس روپے
زرسالانہ : دوسو روپے
تاعمر خریداری: دس ہزار روپے

چیک یا ڈرافٹ
Jawed Ahmad
S/B A/c. 568 Indian Overseas Bank Branch Manduadeeh Bazar,
Varanasi-221103
کے نام ارسال کریں۔

انٹرنیٹ بینکنگ کے ذریعے زررفاقت اس نمبر پر اور پتے پر ارسال کریں۔
Indian Overseas Bank, Glenhill School Ext. Counter, Manduadeeh Bazar,
Varanasi-221103 (U.P.) India
Jawed Ahmad IFSC IOBA 0001968 A/c 196801000000568
Indian Overseas Bank, Glenhill School Ext. Counter, Manduadeeh Bazar,
Varanasi-221103 (U.P.) India

ازراہِ کرم زرِ رفاقت کرنسی کی صورت میں لفافے میں رکھ کر ہرگز ہرگز ارسال نہ فرمائیں، پیسے راستے میں ہی غائب ہو جاتے ہیں۔ تخلیق کے ساتھ اپنا فون نمبر یا ای-میل اور اگر ممکن ہو تو دونوں ہی درج کرنے کی زحمت فرمائیں۔ عنایت ہوگی۔

مراسلت کا پتہ
Jawed Anwar
Urdu Ashiana
167, Afaq Khan ka Ahata, Manduadeeh Bazar
Varanasi-221103 (U.P.) India
Mobile: 0091-993-595-7330 e-mail: jaweanwar@gmail.com

- اس شمارہ کی شمولات میں اظہار کیے گئے خیالات و نظریات سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔
- متنازعہ فیہ تحریر و تقریر کے لیے صاحب قلم خود ذمہ دار ہے۔
- تحریک ادب سے متعلق کوئی بھی قانون چارہ جوئی صرف الہ آباد کی عدالت میں ممکن ہوگی۔

جاوید انور مدیر تحریک ادب نے مہاویر پریس، وارانسی سے چھپوا کر اردو آشیانہ ۱۶۷، آفاق خان کا احاطہ، منڈواڈیہہ بازار، وارانسی سے شائع کیا۔

شمارہ (۸)
تحریک ادب
اردو دنیا کے دو انمول رتن
مدیر
جاوید انور